کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب مدینہ طیبہ کے باہر کھلے میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک سوار تیزی سے ہماری طرف آ رہا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: لگتا ہے کہ سوار تمھارے ارادے سے آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی ہمارے پاس آ پہنچا۔ اس نے سلام کیا۔ ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ نبیؐ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے گھر' اولاد اور قبیلے کے پاس سے۔ آپؐ نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رسولؐ اللہ کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم نے پالیا ہے۔ اب اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے ایمان کے متعلق بتلا دیجیے کہ وہ کیا چیز ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو' رمضان کے روزے رکھو' بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ اس نے جواب دیا: میں نے ان چیزوں کا اقرار کرلیا۔ اس کے بعد وہ روانہ ہونے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں چوہے کے بل میں دھنس گیا۔ اُونٹ گر گیا' آدمی بھی گر گیا۔ اس کی کھوپڑی زمین پر لگی۔ رسولؐ اللہ نے اسے گرتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ کودتے ہوئے گئے۔ اسے بٹھایا' سینے سے لگایا تو پتا چلا کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ تو فوت ہوگئے ہیں۔ اتنے میں رسولؐ اللہ نے اپنا رخ اس سے پھیرلیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے اس سے رخ پھیرلیا۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے ہیں' تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھوک کی حالت میں فوت ہوگیا ہے۔ پھر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الانعام ۶:۸۲) ''حقیقت میں تو امن انھی کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ

نہیں کیا''۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کو اٹھاؤ۔ ہم نے اسے اٹھایا' پانی کے پاس لے گئے' غسل دیا اور حنوط کی خوشبو لگائی' کفن پہنایا' جنازہ پڑھا' قبر تک اُٹھا کر لے گئے۔ رسولؐ اللہ قبر کے کنارے تشریف لائے' فرمایا: قبر کو لحد کی شکل میں بناؤ کہ ہمارے لیے قبر لحد کی شکل میں ہوتی ہے' شق کی شکل میں دوسروں کے لیے ہوتی ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے: یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جنھوں نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔ (الفتح الربانی' ج ۱' ص ۷۵)

حالتِ ایمان میں چند ثانیے ہی گزرے تھے' اعمال کا ذخیرہ جمع کرنے کا کوئی موقع ہی نہ ملا تھا کہ بلاوا آ گیا۔ اقرار کی سچی کیفیت ایسے فوری اجر کا سبب بنی کہ اللہ کے رسولؐ کو مشاہدہ بھی کرا دیا گیا۔ بھوکے پیاسے آنے اور پلٹ جانے کی ادا اللہ کو ایسی پسند آئی کہ فرشتے جنت کے پھل لے کر حاضر ہو گئے اور حوریں بھی لینے کے لیے جمع ہو گئیں۔
اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیے کہ حقیقی ایمان کی کیفیت کے لحاظ سے کس عالم میں ہے؟ ہر وقت کی کیفیت مطلوب ہے کہ جب بلاوا آئے تو جانے والا اچھے حال میں ہو۔ تھوڑے اعمال کو زیادہ اجر کا باعث کیفیت ایمانی بناتی ہے۔

○

حضرت ام انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: گناہوں کو چھوڑ دو اس لیے کہ یہ سب سے افضل جہاد ہے۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو' اس لیے کہ اس کے علاوہ تم کوئی بھی ایسا کام نہ کر سکو گی جو اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ (طبرانی بحوالہ مختصر الترغیب' حدیث نمبر ۴۸۳)

گناہوں کو چھوڑنا نفس' شیطان اور شیطان کی آلہ کار قوتوں کو زیر کرنے کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔ ان طاقتوں سے لڑنا اور شکست دینا بلاشبہہ افضل جہاد ہے۔ اللہ کی یاد اس جہاد کا ہتھیار ہے۔ یہ یاد انسان کی دستگیری کرتی ہے اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ اسی واسطے نبیؐ نے فرمایا: کہ اللہ کو اتنا زیادہ یاد کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہیں۔ (مسند احمد)

○

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوہ کے ارادے سے جا رہے تھے۔ ایک دیہاتی کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ دیہاتی نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ نبیؐ اور آپؐ کے ساتھی ہیں جو کسی غزوہ کے لیے جا رہے ہیں۔ اس نے پلٹ کر پوچھا (آخرت کا ثواب تو برحق ہے) کیا دنیاوی ساز و سامان بھی پائیں گے؟ جواب ملا: مال غنیمت بھی ملے گا' پھر اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ یہ سن کر دیہاتی نے اپنے اُونٹ کو رسی ڈالی اور قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اپنے اُونٹ کو نبیؐ کے قریب کرنے لگا اور صحابہ کرامؓ اس کے اُونٹ کو آپؐ سے دُور کرنے لگے۔ رسولؐ اللہ نے

فرمایا: اس نجدی کو میرے قریب آنے دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' یہ جنت کی راہ پر چلنے والوں میں سے ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد دشمن سے ٹکراؤ ہوا اور دیہاتی شہید ہوگیا۔ نبیؐ کو اطلاع دی گئی تو آپؐ اس کے پاس آئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے' خوشی سے مسکرائے لیکن پھر اچانک اس سے رخ پھیر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپؐ کو خوش و خرم اور مسکراتے دیکھا' پھر آپؐ نے شہید دیہاتی سے رخ پھیر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے جو میری خوشی اور مسکراہٹ دیکھی اس کی وجہ اللہ کی طرف سے اس کی روح کا وہ اعزاز تھا جس کا میں نے مشاہدہ کیا اور اس سے میرا رخ پھیرنا اس سبب سے ہے کہ جنت کی حور جو اس کی بیوی ہے اس وقت اس کے سرہانے آکر بیٹھی ہے۔ (بیہقی بحوالہ مختصر الترغیب والترہیب' حدیث ۴۵۵)

بہ ظاہر تو یہ دیہاتی مال غنیمت کی تصدیق کر کے ساتھ آیا' لیکن اللہ جانتا تھا کہ یہ دراصل اخلاص سے شہادت کا طالب ہے۔ شہید کے ساتھ اللہ نے جو معاملہ کیا' وہ اپنے رسولؐ کو دکھا بھی دیا اور انھوں نے ہم سے بیان کر دیا۔ اس اجر اور اس کی سچی خبر پر یقین ہے کہ آج اُمت کے نوجوانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ لی ہے اور باطل کے لیے ڈراؤنا خواب بن گئے ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو یہ سعادت حاصل کرتے ہیں۔

○

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عطیہ جب تک عطیہ ہو اس وقت اسے قبول کرلو اور جب وہ دین پر رشوت بن جائے (دین فروخت کرنے کا عوض) تو اسے نہ لو۔ لیکن تم اسے نہ چھوڑو گے (یعنی مسلمانوں میں عملاً ایسے لوگ ہوں گے جو رشوت لیں گے' دین کو چھوڑ دیں گے' روپیہ نہ چھوڑیں گے) فقر اور حاجت مندی آڑے آجائے گی (اسے بہانہ بنالیں گے)۔

سنو! ایک وقت آئے گا' اسلام کی چکی گردش کرے گی۔ جدھر کتاب گردش کرے گی ادھر وہ بھی گردش کرے گی۔ سنو! ایک وقت آئے گا کہ کتاب اور اقتدار جدا جدا ہو جائیں گے۔ بس تم اس وقت کتاب سے جدا نہ ہونا۔ سنو! تم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں گے جو اپنے لیے ایسے فیصلے کریں گے جو تمھارے لیے نہیں کریں گے۔ اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو تمھیں قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان کی اطاعت کرو گے تو تم پر ظلم کریں گے۔

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایسے حالات میں ہم کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اس طرح کا رویہ اختیار کرو جیسا اصحاب عیسٰی بن مریمؑ نے اختیار کیا تھا۔ وہ آروں سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ اللہ کی اطاعت میں موت اللہ کی نافرمانی میں طویل زندگی سے بہتر ہے۔ (جامع المسانید السنن' حدیث نمبر ۸۷۵۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پہلے بھی دنیا نے اس کی صداقت کا مشاہدہ کیا اور اب بھی مشاہدہ کر رہی ہے۔ اقتدار اور کتاب کو ساتھ ساتھ بھی دیکھا۔ اب دونوں کو الگ الگ بھی دیکھ رہے ہیں۔ ایک

طرف اقتدار اور دوسری طرف کتاب ہے، ایک طرف معصیت اور دوسری طرف طاعت ہے، ایک طرف شہادت کے بعد ابدی زندگی اور دوسری طرف دنیا کی عارضی زندگی ہے۔ دونوں گروہ آمنے سامنے ہیں۔ ''پہلے ایمان'' والے بھی ہیں اور ''پہلے جان'' والے بھی ہیں۔ نبیؐ کی رہنمائی کو آنکھوں کا سرمہ بنانے والے بھی ہیں اور اس سے منہ موڑنے والے بھی۔ دونوں راستے سامنے ہیں، کون کس کا انتخاب کرتا ہے، یہ اپنی اپنی پسند اور اپنی اپنی ترجیح ہے۔ نبیؐ نے رہبری فرما دی ہے: اللہ کی طاعت میں موت اس کی نافرمانی میں طویل زندگی سے بہتر ہے!

○

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب (وہ غلام جو قیمت ادا کر کے مالک سے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کرے) نے ان سے کہا: میں رقم کی ادایگی سے عاجز آگیا ہوں، آپ میری اعانت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو مجھے رسولؐ اللہ نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر صبیر پہاڑ کے برابر بھی دین (قرض) ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے تیری طرف سے ادا کر دے گا۔ تم یوں کہا کرو: اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ''اے اللہ! میرے لیے اپنے حلال کو کافی بنا کر اپنے حرام سے بے نیاز کر دے اور مجھے اپنے فضل کے سبب دوسروں سے مستغنی کر دے''۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی سے قرض یا اُدھار سودا لے اللہ تعالیٰ کے علم میں بات ہو کہ وہ صدق دل سے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی طرف سے قرض یا اُدھار ادا کروا دیں گے۔ (الترغیب والترہیب)

قرض کی ضرورت ہر کسی کو پیش آسکتی ہے جن کے پاس مال ہے وہ اعتماد سے دوسروں کی عارضی ضرورتوں کے لیے دے سکیں تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرض کی عدم ادایگی کا عام رجحان اس میں آڑے آتا ہے۔ قرض ادا نہ کرنے کا وبال سب مانتے ہیں (رسولؐ اللہ جنازہ بھی نہ پڑھتے تھے) لیکن اسے اہمیت نہیں دیتے۔ قرض دینے والا ہی ضرورت مند بن کر مقروض کے پاس دستِ سوال دراز کرتا ہوا جاتا ہے اور بار بار جاتا رہتا ہے۔ دینے والا 'غلطی' پر پچھتاتا ہے اور آیندہ دینے کے لیے احتیاط کا ارادہ کرتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ جو ادا کرنے کی نیت رکھے اس کے لیے اللہ راستہ کھولتا ہے لیکن جس کی نیت قرض لیتے وقت ہی ادایگی کی نہ ہو، اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ جو ادایگی کے لیے پریشان ہوں، مذکورہ دعا ان کے لیے موثر وسیلہ ہے۔

اجتماعی اور ملکی سطح پر قرضوں میں جکڑ دیا جانا بھی بہت بڑی مصیبت ہے، خصوصاً کفار کے قرضوں کا بوجھ تو دین اور آزادی کے لیے بھی خطرہ ہے۔ لیکن اگر قوم صدق دل سے نجات پانا چاہے اور اس کے لیے اجتماعی توبہ اور دعا کو وسیلہ بنائے تو وہ اس بوجھ کے دباؤ سے نکل سکتی ہے۔ لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ اس کو ناگوار جانے اور اس کو مصیبت و لعنت سمجھے، نہ کہ نعمت و مدد۔